The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ظہور احمد اعوان کے سفر ناموں میں منظر نگاری

ڈاکٹر عزیز الرحمان

لیکچرار شعبہ اردو یونیورسٹی آف بونیر، خیبر پختونخوا

ڈاکٹر تحسین بی بی

صدر شعبہ اردو قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی پشاور

Abstract

Landscape description plays a fundamental role in the art of travel writing. It is the landscape description that breathes life into a travelogue. Dr. Zahoor Ahmed Awan was well aware of this importance, which is why he paid special attention to it. For landscape description, he adopted various styles, including presenting the scene in a simple and straightforward manner, in addition to praise and description. Furthermore, his characteristics of landscape painting include the fact that he not only chronicles places and nature but also presents personalities and characters as part of the landscape. In his work, landscape descriptions of important historical sites are found with details and background. One aspect of his landscape painting is also brevity—a brevity that contains comprehensiveness.

منظر نگاری سفر نامے کے فن میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ منظر نگاری ہی سفر نامے میں جان ڈالتی ہے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان اس اہمیت سے باخبر تھے اس لیے انھوں نے خصوصی توجہ دی۔ انھوں نے منظر نگاری کے لیے مختلف انداز اپنائے جن میں تعریف و توصیف کے علاوہ سیدھے سادھے انداز میں منظر کو سامنے لانا شامل ہے۔ اس کے علاوہ ان کی منظر کشی کی خصوصیات میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ نہ صرف مقامات اور نیچر کو قلمبند کرتے ہیں بلکہ شخصیات اور کرداروں کو بھی منظر کا حصہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ان کے ہاں اہم تاریخی مقامات کی منظر کشی جزئیات اور پس منظر کے ساتھ ملتی ہے۔ ان کی منظر کشی کا ایک پہلو اختصار بھی ہے۔ ایسی اختصار جس میں جامعیت ملتی ہے۔

کلیدی الفاظ: سفر نامہ، منظر نگاری، تاریخی مقامات، فطرت، تعریفی انداز، اختصار

سفر نامہ نگاری کے فن میں منظر نگاری کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ سفر نامہ نگار نے ایک ملک میں جو مقام یا منظر جس طرح دیکھا ہے اس کا نقشہ خوبصورت اور پُر اثر الفاظ میں پیش کرنا اس کے سفر نامے کی ایک اضافی خوبی بن جاتی ہے۔ ہر مقام اور ہر منظر کی منظر کشی کرنا بھی ضروری نہیں ہوتی لیکن اہم مقامات اور مناظر کی تصویر کشی سے گریز کرنا سفر نامے کے لیے سود مند بھی نہیں۔ قارئین یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دوسرے ملک کے ایک شہر کا جغرافیہ کیسا ہے۔ کسی تاریخی عمارت، لائبریری، مسجد، ریلوے سٹیشن، ہوائی اڈے اور دریا وغیرہ کا منظر کیسا ہے۔ منظر بیان کرنے سے ایک مقام کا پورا نقشہ قاری کے ذہن میں آجاتا ہے اور پھر وہ اس سے متعلق اپنا ایک تاثر قائم کر لیتا ہے۔ ہر اچھا سفر نامہ نگار ہر اچھے اور ضروری منظر کی منظر کشی ضرور کرتا ہے۔

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے سفر ناموں میں منظر نگاری جا بجا معقول انداز میں پائی جاتی ہے۔ انہوں نے ہر اہم شہر، عمارت اور منظر کو لفظوں کے ذریعے نمایاں کیا ہے۔ منظر کشی یا منظر نگاری کے ضمن میں انہوں نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ نہ تو کسی اہم مقام اور منظر کو نظر انداز کیا ہے اور نہ ہی غیر ضروری منظر نگاری میں خود

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

کو اور قاری کو الجھایا ہے۔ جہاں ضرورت تھی وہاں منظر کو لفظوں کے ذریعے نمایاں کیا ہے۔ ایک منظر کو بیان کرتے ہوئے وہ قاری کے ذہن کو اس طرف منتقل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک منظر میں خود کھو جانے کے ساتھ ساتھ قاری کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ یہ ان کے سفر ناموں کی ایک خوبی ہے کہ قاری ان کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ ہر منظر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے منظر نگاری کے لیے کئی انداز اختیار کیے ہیں۔ کہیں وہ ایک خوبصورت منظر کو تعریفی اور توصیفی انداز میں بیان کرتے ہیں تو کہیں تعریف و توصیف کے الفاظ کے بجائے سیدھے سادے انداز میں منظر کو بیان کرتے ہیں۔ ایسے مقامات پر وہ یہ فیصلہ قاری پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اس منظر کے بارے میں اپنی رائے خود قائم کریں۔ ان کا کام ایک مقام یا منظر کی حالت اور نوعیت قاری کے سامنے رکھنا ہوتا ہے اور وہ یہ کام بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مناسب الفاظ میں پورا کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کے سفر ناموں میں سے منظر نگاری کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے اپنے پہلے سفر نامے "دیکھ کبیر ارویا" میں رات کے وقت لندن شہر کا منظر اختصار کے ساتھ پُر اثر انداز میں بیان کیا ہے۔ رات کے وقت لندن کی روشنیوں کا پورا منظر نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ لکھا ہے:

"جس نے رات کے وقت فضا سے لندن شہر کو نہیں دیکھا اس نے زندگی میں بہت کچھ نہیں دیکھا۔ باوجود ہزار کوشش کے اس منظر کو بیان کرنا ہمارے حیطۂ تحریر و خیال سے باہر ہے۔ یہ حقیقت اس وقت سامنے آئی کہ بعض کیفیات کے سامنے ڈکشنریاں غریب ہوتی جاتی ہیں "آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں" اس کا مطلب اب سمجھ میں آیا۔ ہماری آنکھ نے جو حسن و جمال لندن کی شام آسمان سے دیکھا وہ یقیناً ناقابل بیان ہے۔ لاکھوں کروڑوں ستارے، اربوں دیئے، شمعیں اور بجلی گھر روشن تھے۔ سینکڑوں ہزاروں سبز و سیاہ چادروں پر لاکھوں روشنیوں نے منقش کے ماورائی گل کھلا دیے تھے۔ یوں لگتا تھا لندن والوں نے ساری دنیا کی روشنیاں چرا کر اپنے گھر میں چراغاں کر رکھا ہے۔"(i)

لندن میں انسانوں اور پرندوں کی مشترکہ زندگی کا ایک نقشہ بھی کھینچا ہے۔ وہاں پرندے انسانوں سے اس قدر مانوس ہیں کہ چلتے ہوئے لوگوں کے درمیان آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک منظر کی تصویر کشی مصنف نے ان الفاظ میں کی ہے:

"ہم نے ٹرالفالگر سکوائر میں اتر کر شیروں اور دوسرے مجسموں کے سامنے کھڑے ہو کر تصویریں بنوائیں، کبوتروں کے غول کے غول اڑ رہے تھے۔ لوگ ان کو دانہ ڈال رہے تھے۔ جب لوگ گزرتے تو ہزاروں کبوتر اڑنے لگتے۔ سروں اور جسموں سے ٹکراتے اور پھر دو چار قدم آگے جا کر بیٹھ جاتے۔ ہمیں یہ منظر ہمیشہ سے اچھا لگتا تھا۔ سہیل سے ہم نے کہا برخوردار فوٹو اس طرح نکالو کہ کبوتر ہمارے سر سے ٹکرائیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔"(ii)

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے مقامات اور مناظر کی منظر کشی کرنے کے ساتھ ساتھ بعض کرداروں کی ایک خاص حالت کی بھی منظر کشی خوبصورتی سے کی ہے۔ برطانیہ کی سیر کے دوران ایک سفید فام خوبصورت عورت کے لباس اور وضع قطع کی تصویر یوں کھینچی ہے:

"ہم نے کل یہاں ایک خاتون کو دیکھا۔ فسٹ کلاس گاڑی سے نکلیں۔ لباس عمدہ تھا۔ خود بھی خوبصورت اور سفید فام مگر ایک پاؤں میں اونچی ایڑھی کی جوتی اور دوسرے میں ایک جاگر پہنا ہوا تھا۔ ہم حیران ہو کر وہیں ٹھٹک گئے۔ ہم نے سوچا شاید پاؤں میں نقص ہو مگر وہ سگریٹ خرید کر نکلیں تو پاؤں ٹھیک ٹھاک تھے۔ نشے میں بھی وہ نہ تھیں۔ دیکھا کہ بٹنوں والے ٹھیک ٹھاک سویٹر کو اُلٹا کر کے پہنا ہوا تھا۔ یعنی بٹنوں والا حصہ پیچھے تھا۔ پتہ نہیں بٹن کس نے لگائے۔"(iii)

مختلف عمارتوں کے بیرونی مناظر اور اندرونی مناظر کی عکاسی ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے اپنے سفر ناموں میں عمدگی کے ساتھ کی ہے۔ وہ غیر ضروری جزئیات بیان کرنے کے بجائے اہم اور ضروری مناظر کو لفظوں کے ذریعے نمایاں کرتے ہیں۔ امریکہ کے ایک شہر بفالو میں ایک گرجے کی سیر کی تو اس کا اندرونی منظر یوں بیان کیا ہے:

"بفالو کے چھوٹے سے شہر میں یہ بہت بڑا کھیتولک گرجا گر تھا جس میں کم و بیش دو تین ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ موجود تھی۔ سفید رنگ کا سنگ مرمر کا بنا یہ قیمتی قدیم گرجا گر کلاسیکی طرز کا عمدہ نمونہ تھا۔ گنبدوں کے اندرونی حصوں اور دیواروں پر بہت خوبصورت مذہبی تصاویر بنی تھیں۔ چھتوں کی اونچائی سو فٹ کے لگ بھگ تھی اندرونی

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

دیواروں اور ستونوں پر اس قدر منقش رنگوں کی بہار تھی کہ سانس گھٹنے لگتا تھا۔ بی بی مریم اور حضرت عیسیٰ کی مورتیاں اور تصویریں اور چھوٹی بڑی بے شمار صلیبیں داخلی منظر کو بے پناہ سجاوٹ بخش رہی تھیں۔"(iv)

امریکہ میں ایک اور تاریخی عمارت کے اندرونی منظر اور عظمت کو بھی مصنف نے موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ کیپٹل بلڈنگ اور اس میں بنا ہوا عظیم گنبد ہے۔ جس کو امریکہ کی عظمت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ مصنف نے اس عمارت اور خصوصاً گنبد کی عظمت کو ان الفاظ میں نمایاں کیا ہے:

"اب ہم اس سفید بڑے گنبد کے اندر تھے جسے ہماری دنیا میں امریکی ریاستی عظمت کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ وہ اندر سے اس قدر بڑا ہے کہ دو چار ہزار آدمی تو اونٹ کی داڑھ میں زیرے کی مانند نظر آتے ہیں۔ ہم اس زیرے میں بھی زیروں تھے۔ بہت بڑی بڑی پینٹنگز دیواروں پر بنی تھیں جن میں کولمبس کے امریکہ میں پہلا قدم رکھنے سے لی کر امریکی ریاست کے قیام، آئین سازی، سول وار اور دوسرے بڑے اور اہم واقعات رنگوں کی زبان میں گفتگو کرتے نظر آئے۔ ہم ششدر و حیران کھڑے تھے۔ دو سو فُٹ اونچی مرور چھت کو دیکھا تو اس میں ایسی تصاویر بنی دکھائی دیں کہ نقش و نگار بھول گئے۔ اوپر کوئی مابعد الطبیعاتی نقشہ بنا تھا۔ آسمانوں کے اندرے سے امریکی طاقت کا سویرا طلوع ہوتا دکھائی دیتا تھا۔ ہم ایک ہی جگہ کھڑے چاروں طرف گھوم گھوم کر اس عظیم الجثہ گنبد کے رنگوں میں رچے بسے خدوخال کو نظروں سے پی رہے تھے۔"(v)

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے ہر سفر نامے میں منظر نگاری کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔ انہوں نے جس مقام، جس عمارت یا جس کسی منظر کا نقشہ کھینچا ہے وہ اتنی مہارت سے کھینچا ہے کہ پورا منظر نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ سفر نامہ "گنگا جمنا کے دیس میں" مسلمان بادشاہوں کے مقبروں اور مزارات کی خوبصورتی اور وہاں پائی جانے والی سہولیات کا ذکر جابجا کیا ہے۔ محمد شاہ تغلق اور ابراہیم لودھی کے مقبروں کا منظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"مسلمان بادشاہوں کے مزار بھی ان ہی کی طرح خوبصورت مگر ہیبت ناک ہوتے ہیں۔ ترک اور اسلامی طرزِ تعمیر کے یہ نقشِ دوام صورتِ خورشید جگمگاتے ہیں۔ پہلا مقبرہ محمد شاہ تغلق (۱۴۴۴) کا تھا۔ دوسرے دو میں سے ایک ایک ابراہیم لودھی کا تھا۔ ان مقبروں کے اردگرد بہت خوبصورت پارک بنایا گیا تھا۔ حسنِ سبزہ زار، اونچی نیچی ڈھلوانیں، فطری نشیب و فراز، فلک بوس درخت، جاگنگ ٹریک، جگہ جگہ کرسیاں، بینچیں، پانی کے فوارے، آبنوشی نلکے، سینکڑوں مالدار ہندوستانی اور سفید فام غیر ملکی جاگنگ کر رہے تھے۔"(vi)

امریکہ میں "راک فیلر سنٹر" ایک طویل و عریض اور خوبصورت عمارت ہے۔ اس کی سیر کر کے مصنف نے اس کا اندرونی منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"راک فیلر سنٹر کیا ہے ایک عمارت ہے کہ باہر سے نہیں اندر دیکھنے کی چیز ہے۔ میں اس زرق برق رنگینی و شفاف خوبصورتیوں کو لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ یوں لگتا ہے کہ کسی بڑے شاہی محل کی غلام گردشوں میں پھر رہا ہوں۔ طویل و عریض برآمدے، شفاف چمکیلے فرش، بے پناہ روشنیاں، قابل رشک صفائیاں، جدھر سے گزرے قدم پھسل پڑیں۔"(vii)

ڈاکٹر ظہور احد اعوان نے اپنے سفر ناموں میں بڑی عمارتوں اور قدرتی مناظر کے احوال کی بھی منظر کشی ہی نہیں کی بلکہ ایک گھر کے اندرونی ماحول اور گھر والوں کے احوال کی منظر کشی مختصر الفاظ میں کی ہے۔ وہ چند لفظوں اور چند جملوں میں ایک گھر کا پورا ماحول سامنے لا کر رکھ دیتے ہیں۔ سفر نامہ "بلیک ہول سے بوسٹن تک" میں ایک دوست کے گھر کے ماحول کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"نذیر اعوان بہت نرم مزاج اور شگفتہ آدمی تھے۔ گھر کے اندر لے گئے۔ بزرگوں کی تصاویر دکھائیں ساتھ تصویریں بنوائیں۔ اپنے بچوں سے ملوایا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ سب کے سب ٹھیٹھ پشاوری ہندکو بول رہے تھے۔ ان کے گھر کی یہ رِیت ہے کہ گھر کے اندر انگریزی کا داخلہ بند ہے۔ باہر جو مرضی ہے بولو۔ اندر صرف ہندکو بولنی ہے۔ یہاں اپنی پشاوری ثقافت کا رواج تھا۔ قہوہ اسی طرح کی پشاوری پیالیوں میں ملا۔ مٹھائی میں وہی بالوشاہیاں اور قلاقند کھانے کو ملی۔"(viii)

برطانیہ میں سیر و سیاحت کے دوران مصنف کو کئی تاریخی عمارات دیکھنے کا موقع ملا۔ ہر عمارت کا بیرونی اور اندرونی منظر نامہ انہوں نے مختصر انداز میں قارئین کے سامنے رکھا ہے۔ لندن میں میوزیم آف نیچرل ہسٹری کی سیر کر کے مصنف نے اس کا جو منظر پیش کیا ہے وہ ملاحظہ ہو:

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

”میوزیم کیا تھا باہر سے ہی دیکھ کر ہوش اڑ گئے ایک نہیں کئی بادشاہوں کے محل اکھٹے کر کے ساتھ جوڑ دیے جائیں تب بھی ایسا خوبصورت منظر پیش نہ کر سکیں۔ اس کے بڑے بڑے بر آمدوں، کمروں اور ہالوں میں پہنچے تو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کدھر جائیں۔ کس چھت پر چڑھیں۔ کیا دیکھیں کیا نہ دیکھیں۔ میں تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ کوئی شخص اس میوزیم کے ۲۲ کروڑ بیس لاکھ نوادرات کو چاہے بھی تو ایک دن یا ہفتے میں نہیں سکتا اور اکثر چیزیں کئی کئی کروڑ سال پرانی بتائی جاتی ہیں۔ بندر، انسان، پرندے، ڈائنوسار، بھالو، ہیرے جواہرات، درخت سبزے، جنگل، چاند، سورج، ستارے، قبلہ ڈارون کے کارنامے، سات کروڑ نوادرات، کیڑوں مکوڑوں اور دوسری اشیا کی صورت میں موجود ہیں۔ تین سو با قاعدہ سائنس دان تو اس جگہ کام کر رہے ہیں۔ جن کا کام دیکھنے ہر سال دو کروڑ سیاح آتے ہیں۔ ہم نے یہاں کیا نہیں دیکھا۔ گھوڑے جتنے شتر مرغ، مکھی جتنے پرندے، تربوز جتنے انڈے، ہر چیز لاکھوں سال پرانی۔ کیلی فورنیا سے لائے گئے پچاس فُٹ گھیر کے ۱۳۰۰ برس پرانے درخت کا ٹکڑا دیکھا۔“[ix]

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان صرف ایک سیاح ہی نہیں بلکہ ایک صاحبِ اسلوب ادیب بھی ہیں۔ انہوں نے سفر ناموں میں ایک دلچسپ اور شگفتہ انداز تحریر اختیار کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہر ملک اور اس کے ہر اہم مقام کو لفظوں کے ذریعے قارئین کی نظروں میں بٹھانے کی کوشش کی ہے۔ سفر ناموں میں ان کی منظر نگاری اختصار کے ساتھ ایک مقام، ایک عمارت یا ایک منظر کو پیش کرنے کی کامیاب کوشش ہے۔

---

i: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، دیکھ کبیر ارویا، ادارہ علم و فن، پشاور، 1992ء، ص ۲۰

ii: ایضاً، ص ۲۹

iii: ایضاً، ص ۱۸۰

iv: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، امریکہ نامہ، ادارہ علم و فن، پشاور، 1993ء، ص ۲۲۰۔

v: ایضاً، ص ۲۴۶۔

vi: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، گنگا جمنا کے دیس میں، ادارہ علم و فن، پشاور، 1997ء، ص ۱۰۴۔

vii: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، امریکن ڈائری، ادارہ علم و فن، پشاور، 2001ء، ص ۱۴۱۔

viii: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، بلیک ہول سے بوسٹن تک، مکتبہ عالیہ، لاہور، 2004ء، ص ۷۱۔

ix: ایضاً، ص ۹۶۔